تقریظ و انتقاد

"تحقیق قربانی"

اس مرتبہ "اشارات" کے سلسلہ میں ان لوگوں کے خیالات پر اظہار رائے کیا جا چکا ہے جو "قربانی" کے خلاف کچھ مدت سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ وہ صفحات پریس جا چکے تھے کہ رسالہ "بلاغ" امرتسر کا تازہ پرچہ (بابتہ ماہ ذی القعدہ ۵۵ھ) وصول ہوا جس میں جناب عرشی امرتسری نے "تحقیق قربانی" کے عنوان سے قربانی پر اپنی تحقیق پیش فرمائی ہے۔ اس مضمون میں قربانی کے خلاف جو دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اگرچہ اُن میں سے اکثر کا جواب ...... اشارات میں آگیا ہے، لیکن پھر بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس "تحقیق قربانی" پر مفصل تبصرہ کیا جائے۔

فاضل مضمون نگار نے اپنی تحقیق کی ابتدا انسائکلو پیڈیا برٹانیکا کے ایک اقتباس سے کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ قربانی کے متعلق "قدیم انسان" کا نظریہ کیا تھا، روم اور یونان میں قربانی کی رسم کن عقائد پر مبنی تھی، سامی مذاہب میں یہود کا کیا عقیدہ تھا، "عہد ثانی میں جب انسان دیوتاؤں کی حقیقت سے واقف ہوگیا" تو اس نے قربانی کی رسم کن تاویلوں کے ساتھ باقی رکھی، یہود کے ربی اور یونان کے فلسفی خدا اور ارواح کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے اور قربانی کے ساتھ اس عقیدہ کا رابطہ کس قسم کا تھا۔ قدیم آریوں اور اہل روم اور اہل عرب میں قربانی کی کیا رسمیں تھیں۔ پھر مسیحیت نے کس طرح قربانی کا ابطال کیا اور جاہلیت کے ان خیالات کو جو انسانی اقوام میں پھیلے ہوئے تھے، کس طرح مٹایا اور یہ عاقلانہ تخیل انسانوں میں پیدا کیا کہ "غربا کو کچھ دینا قربانی کے برابر ہے" اور "جو خیرات دیتا ہے وہ گویا سلامتی کی قربانی خدا کو پیش کرتا ہے" یہ تمام بیانات جو تمہید کے طور پر بیسویں صدی کی "کتاب مقدس" سے نقل کیے گئے ہیں، بلاشبہ ہماری معلومات میں بیش قیمت اضافہ کرتے ہیں، مگر ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ان کو اس مضمون میں کیوں نقل کیا گیا ہے۔

اول تو یہ تمام بحث غیر متعلق ہے اس لیے کہ نفس مسئلہ صرف یہ ہے کہ آیا خدا اور رسول نے قربانی کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہو جائے کہ نہیں دیا ہے تو انسائکلوپیڈیا کی شہادت قطعاً غیر ضروری ہے۔ اور اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو کہ قربانی ایک سنتِ اسلام ہے اور خدا اور رسول کے حکم سے جاری ہوئی ہے، تو مسلمان کو بہر حال اس کا اتباع کرنا چاہیے۔ خواہ انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کی رو سے وہ کیسی ہی جہالت اور تاریک خیالی ہو، اس لیے کہ اسلام کا اتباع کسی انسائکلوپیڈیا کی موافقت پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے۔

ثانیاً یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو قرآن کا مبلغ کہتے ہیں اور جن کا دعوی یہ ہے کہ ہم قرآن کے سوا کسی چیز کے متبع نہیں ہیں وہ ایک مذہبی مسئلہ کی تحقیق میں یورپ کی تحقیق کو مقدم رکھتے ہیں۔ اگر قربانی کی تاریخ اور جاہلیت اولیٰ کے اعتقادات ہی پر کچھ روشنی ڈالنی تھی تو اس کے متعلق خود قرآن میں کافی مواد موجود تھا، اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا تھا کہ جاہلیت کی قربانی اور اسلام کی قربانی میں فرق کیا ہے؟ لیکن جناب عرشی نے قرآن کو چھوڑ کر محققین یورپ کی طرف توجہ فرمائی اور سب سے پہلے انہی سے دریافت کیا کہ یہ قربانی جو ۱۳ سو برس سے اہل اسلام میں رائج ہے اس کی اصلیت تمہاری تحقیق میں کیا ہے؟ یہ شرف تقدم جو ایک اسلامی مسئلہ کی تحقیق میں اہل فرنگ کے علم و رائے کو عطا کیا گیا ہے، اس کی وجہ اگر ہم بیان کریں گے تو ہم پر بدگمانی کا الزام عائد ہوگا، اس لیے جناب عرشی خود ہی اس پر روشنی ڈالیں تو زیادہ بہتر ہو۔ ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ جن "محققین" کے خیالات کو آپ نے مسئلہ قربانی میں اپنی تحقیق کا نقطۂ آغاز قرار دیا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم اسلام کے اصول و ارکان بلکہ خود اسلام اور نبوت اور وحی اور قرآن کے متعلق بھی ان کی تحقیقات پیش کریں اور آپ سے دریافت کریں کہ ان کی نظر سے آپ اسلام کی کس کس چیز کو دیکھنے کے لیے تیار ہیں؟

ثالثاً یہ بات بھی کچھ کم قابل تعجب نہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے متعلق بخاری اور مسلم اور موطا اور تمام دوسری کتب حدیث کی شہادتیں بے تکلف رد فرما دیتے ہیں ان کے معیار تعقید پر "قدیم انسان" اور روم و یونان اور اُمم سامیہ اور اقوام آریہ کے متعلق محققین فرنگ کے بیانات کس طرح پورے اتر جاتے ہیں، حالانکہ ان کا زمانہ عصر موجودہ سے سینکڑوں ہزاروں سال قبل کا ہے، اور ان کے متعلق جو تاریخی شہادتیں آج دنیا میں موجود ہیں وہ ان تاریخی شہادتوں کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ جن ذرائع پر اعتماد کر کے آپ پرانی قوموں کے احوال پر عالمانہ کلام فرما رہے ہیں، ان میں سے کوئی قوی سے قوی ذریعہ بھی بخاری و مسلم کی کسی ضعیف سے ضعیف روایت کے مقابلہ میں نہیں لایا جا سکتا۔ پس جب آپ ان ذرائع سے استناد فرماتے ہیں اور ان کی سند پر ہم کو خبر دیتے ہیں کہ "قدیم انسان" یہ کرتا تھا۔ اور سامی مذاہب میں یہ عقیدہ تھا اور روم و یونان والے یہ خیالات رکھتے تھے تو ہم کو بھی اجازت ہو کہ بخاری اور مسلم کی سند پر یہ عرض کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا اور حضور نے فلاں مسئلہ میں فلاں حکم دیا تھا۔ اگر اس کو ماننے سے آپ انکار فرمائیں گے تو ہم آپ سے صرف اتنا دریافت کریں گے کہ الیس منکم رجل رشید؟

قربانی کے متعلق انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تحقیقات سے فاضل مضمون نگار جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے:۔

"ترقی تہذیب نے قربانی کی کراہت واضح کر دی"

اس فقرہ کا مفہوم غالباً اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قربانی دراصل ایک مکروہ چیز ہے۔ قدیم زمانے میں جہالت کی وجہ سے اس کی کراہت لوگوں سے مخفی تھی۔ مگر اب چونکہ تہذیب ترقی کر چکی ہے اس لیے اس کا مکروہ ہونا واضح ہو گیا ہے۔ یہ الفاظ پیش نظر رکھیے اور پھر سورۂ حج کی وہ آیت ملاحظہ فرمائیے جس میں

ارشاد ہوا ہے :-

"اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر میں سے قرار دیا ہے۔ تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے لہٰذا تم ان کو صف بستہ کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو (یعنی ذبح کرو) اور جب وہ کسی پہلو پر گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور قانع اور سائل کو بھی کھلاؤ (رکوع ۵)"

ہر شخص جس کو خدا نے تھوڑی سی عقل بھی عطا فرمائی ہے بیک نظر محسوس کرلے گا کہ ان دونوں عبارتوں میں صریح منافات ہے۔ سورۂ حج میں جس چیز کو شعائر اللہ میں سے قرار دیا گیا ہے اور جسے ایک کارِ خیر کی حیثیت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی کو مقدم الذکر عبارت بنا کردہ ٹھیراتی ہے اور ہم کو یہ خبر دیتی ہے کہ اسے کارِ خیر سمجھنے کا خیال اُس زمانہ کے جاہل انسانوں میں پایا جاتا تھا جب تہذیب نے ترقی نہ کی تھی۔ چھوڑ دیجیے اس سوال کو کہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ہر شہر اور قریہ میں کرنی چاہیے یا صرف مقام منیٰ میں؟ قربانی کرنا افضل ہے یا اس کے بدلے میں کچھ اور خیرات کردینا؟ سوال یہ ہے کہ اگر کسی درجہ میں بھی قرآن سے قربانی کا حکم کیا معنی، جواز بھی نکلتا ہے، اگر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی بھی فضیلت یا خیریت اس فعل کی طرف قرآن میں منسوب کی گئی ہے، تب بھی کیا قرآن اس الزام سے بچ سکتا ہے کہ وہ اس زمانہ کی ایک کتاب ہے جب تہذیب نے کافی ترقی نہ کی تھی اور وہ خدا کی کتاب نہیں بلکہ نعوذ باللہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو بیسویں صدی کے مقابلہ میں چھٹی صدی کا ایک نیم مہذب انسان تھا؟

یہ نتیجہ ہے قرآن سے پہلے انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کی طرف رجوع کرنے کا جس مقام سے آپ نے اپنی تحقیق کی ابتدا کی ہے اور جن مسلّمات کو لے کر آپ مسئلہ قربانی کی بحث و تنقیح کے لیے چلے ہیں وہ پہلے ہی قدم پر آپ کا قدم پھسلا کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ ان کا منطقی نتیجہ تو یہ ہے آپ قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کردیں لیکن چونکہ آپ کی عقل کے خلاف آپ کا وجدان اس کتاب پر ایمان رکھنے کے لیے اصرار کررہا ہے اس وجہ سے آپ اس منطقی نتیجہ سے بچنے کی کوشش کررہے ہیں اور قرآن کے ترجمہ و تفسیر میں حد تحریف تک پہنچی ہوئی تاویلیں کرکے صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن

نے قربانی کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ اس سے وہ الزام جو خود آپ کے مسلمہ اصول کی بنا پر قرآن کے خلاف عائد ہوتا تھا، صرف ہلکا ہو جاتا ہے، دور کسی طرح نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے تو وہ صرف اُسی صورت میں بری ہو سکتا تھا جب کہ وہ قطعاً و ایجاباً قربانی بند کرنے کا حکم دیتا۔ یہاں پہنچ کر ہم پھر امرتسر کی "امت مسلمہ" سے پوچھتے ہیں۔ الیس منکم رجل رشید ؟

انسان کی پوزیشن اُس وقت بہت ہی عجیب و غریب ہو جاتی ہے جب وہ کسی سسٹم میں داخل بھی رہنا چاہتا ہو اور نظری و فکری حیثیت سے اس کا مخالف بھی ہو۔ ایسی حالت میں وہ اس سسٹم کی ہر چیز کو اپنے خلاف پاتا ہے اور اس کے ایک ایک تار کو ادھیڑ کر از سر نو بننے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس ادھیڑ بن کا راز فاش ہو۔ اس لیے قدم قدم پر اس کو تاویل، تحریف، خدع اور فریب کے اوزار استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ عرشی صاحب ہم کو معاف فرمائیں اگر ہم عرض کریں کہ اس وقت وہ ایسی ہی مشکل پوزیشن میں ہیں۔ قربانی کے متعلق ان کا نقطۂ نظر وہ نہیں ہے جو اسلام کا نقطۂ نظر ہے۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور "سنت متواترہ" میں قربانی ایک عبادت کی حیثیت رکھتی ہے یہاں اس کی فضیلت اور خیریت کا ذکر ہے، اس کو ادا کرنے کے احکام ہیں، ان احکام کو بجا لانے کے قواعد مقرر ہیں۔ اس کے برخلاف آپ کے نزدیک وہ ایک مکروہ چیز ہے، جہالت ہے، اور ترقی تہذیب کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ نقطۂ نظر اسلام کا نقطۂ نظر بن جائے اور سارے احکام کلکا اس کے مطابق ڈھل جائیں، لیکن ساڑھے تیرہ سو برس میں اسلام نے جس قدر لٹریچر پیدا کیا ہے وہ کل ایسے مواد سے بھرا ہوا ہے جو آپ کی اس غرض کے خلاف ہے، حتیٰ کہ قرآن کے صریح الفاظ بھی آپ کی اس غرض کے مخالف ہیں۔ آپ سنت متواترہ کو جہالت متواترہ کہہ کر ٹال دیں گے، حدیث فقہ اور تفسیر کے سارے لٹریچر کو جعلی ٹھیرا دیں گے، مگر قرآن کی صریح آیات کا آپ کے پاس کیا علاج ہے ؟ کن کن الفاظ کا مفہوم بدلیں گے ؟ کن کن عبارتوں کو ادھیڑیں گے ؟ کہاں تک خدا کے کلام میں اپنے معنی بھریں گے ؟

عرشی صاحب نے قرآن میں معنوی تحریف کرنے کی جو حیرت ناک کوشش کی ہے اس کی صرف دو مثالیں ہم محض اس لیے پیش کرتے ہیں کہ شاید ہمارے اس بھٹکے ہوئے بھائی اور اس کے ہم خیال حضرات کو تنبہ کی توفیق میسر ہو جائے۔

قرآن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نے خواب میں اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا اشارہ پایا تھا۔ اس کے امتثال میں وہ واقعی بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب انہوں نے اپنے لخت جگر کو ماتھے کے بل پچھاڑ دیا تو اللہ نے فرمایا کہ یٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ " اے ابراہیم تو نے خواب سچا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیک بندوں کو جزا دیتے ہیں، بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی"۔ اس قصے کا صاف مفہوم جس کو ہر صاحب فہم آدمی پہلی نظر میں محسوس کر سکتا ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی آزمائش کرنی چاہی تھی، اس لیے بیٹے کو ذبح کرنے کا صریح حکم نہ دیا بلکہ کنایۃً خواب میں ایسا دکھایا کہ اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم چونکہ خدا کی محبت پر ہر محبت کو قربان کر دینے کا جذبہ رکھتے تھے، اس لیے وہ محبوب حقیقی کے محض اس ذرا سے ڈھکے چھپے اشارے ہی پر بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ یہی اصل قربانی تھی، اور جب یہ پوری ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کا خون بہانے سے ان کو روک دیا اور ایک "ذبح عظیم" کو اس کا فدیہ بنا دیا۔

غور کیجیے یہ کتنا عظیم الشان واقعہ ہے اور لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کی روح کو کس شاندار طریقہ سے پیش کر رہا ہے۔ لیکن اب دیکھیے کہ عرشی صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات محض "قربانی" کی مخالفت کی وجہ سے قرآن کے اس نہایت سبق آموز قصے کو کس طرح مسخ کرتے ہیں۔ اُن کی تاویل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے در اصل خواب کا مطلب ہی غلط سمجھا، جوش ایمانی تو ان میں ضرور تھا اور "شراب عشق کی سرمستی" تک پہنچا ہوا تھا، مگر فہم اتنی بھی نہ تھی جتنی عرشی صاحب

اور مولوی احمدالدین صاحب کو عطا ہوی ہے وہ خواب کا مطلب یہ سمجھ بیٹھے کہ بیٹے کو ذبح کردو حالانکہ درا صل ذبح کرتے ہوئے دکھانے سے خدا کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس بچے سے دنیوی امیدیں منقطع کرکے اسے خدا کے دین کی عظیم خدمت کے لیے وقف کردو۔ پس جب وہ اپنے لخت جگر کو پچھاڑ کر ایک ضرر رسان غلطی کا ارتکاب ہی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو متنبہ فرمایا۔ اور ذبح عظیم (یعنی بیٹے کو دین کے لیے وقف کرنے) کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ اس تاویل میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فرماکر خود تصدیق فرمادی کہ حضرت ابراہیم نے خواب کی تعبیر صحیح سمجھی تھی۔ فاضل مفسر نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے آیت کے ترجمہ میں ایک ذراسی تحریف کردی۔ لفظی ترجمہ یہ تھا کہ "تو نے خواب کو سچ کر دکھایا" انہوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ "تو نے تو خواب کو سچ کر دکھایا" دیکھیے ایک چھوٹے سے لفظ "تو" نے مفہوم کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ جو تصدیق تھی وہ تعریض بن گئی۔ اس کے بعد اگر كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ کا فقرہ بے معنی ہوگیا تو کچھ پروا نہیں۔ رہا إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ، تو اس نئی تاویل سے اس کے معنی یہ قرار پائے کہ یہ محض حضرت ابراہیم کی عقل کی آزمائش تھی کہ آیا وہ خواب کا مطلب صحیح سمجھتے بھی ہیں یا نہیں!

دیکھا آپ نے! محض ایک جزئی مسئلہ میں نقطۂ نظر کے پھر جانے سے انسان پر کس طرح بڑے بڑے مسائل میں فہم قرآن کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ جو واقعہ حضرت ابراہیم کا عظیم الشان کارنامہ تھا وہ ان کی ایک غلطی بن گیا۔ جس کو مسلمانوں کے سامنے اس لیے پیش کیا گیا تھا کہ وہ اسلام کی روح کو سمجھیں، اور اپنے اندر ایثار و قربانی اور محبت خداوندی کا یہ جذبہ پیدا کریں، اس کے مقصد کو قطعی باطل کر دیا گیا، اس کی جان نکال لی گئی، اور وہ محض اس امر کی ایک شہادت بن گیا کہ جلیل القدر انبیا تک خدا کے اشارات کو نہیں سمجھ سکتے، بلکہ اس نعمت سے صرف بیسویں صدی کے ایک "مفسر اسرار" کو سرفراز فرمایا گیا ہے!۔

سورۂ حج کی ایک آیت جس سے صریحاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ قربانی ایک عبادت ہے اور عبادت کا یہ طریقہ

اللہ نے ہر امت کے لیے مقرر فرمایا ہے، اس کی تحریف بھی ملاحظہ ہو۔ آیت کے الفاظ اور ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے :-

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (رکوع ۵)

اور ہر امت کے لیے ہم نے مقرر کیا عبادت کا ایک طریقہ کہ وہ نام لیں اللہ کا اوپر اسکے جو بخشا ہے اس نے انکو چار پایوں میں سے

اس کا ترجمہ عرشی صاحب اس طرح فرماتے ہیں "اور دیکھو ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا طور وطریقہ ٹھیرا دیا کہ ہمارے دیے ہوے پالتو چارپائے ذبح کرے تو اللہ کا نام یاد کرے"۔ دیکھیے لفظ "ذبح کرے تو" نے مفہوم کو کدھر پھیر دیا ہے۔ اب آیت کے معنی یہ قرار پائے کہ یہ جو مذبحوں میں روزانہ ہزاروں بکرے قصابوں کے ہاتھوں ذبح ہوتے ہیں، اور ان پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے یہی وہ منسک (عبادت کا طور طریقہ) ہے جو اللہ نے ہر امت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ اس قسم کی تحریفات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو اصل الفاظ میں محفوظ کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا بڑا فضل فرمایا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بعید نہ تھا کہ اس زمانہ میں انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کو سامنے رکھ کر ایک نیا ہی قرآن تیار کر لیا جاتا۔

عرشی صاحب نے تقریباً تمام ان آیات کی ایسی ہی تاویلیں فرمائی ہیں جن میں قربانی کے احکام آئے ہیں، اور پھر فقہی مسائل کی ایسی توجیہات کی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اصل مسائل کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، بلکہ حدیث و تفسیر اور فقہ کی تمام کتابوں کے ورق الٹنے میں صرف ایک مقصد ان کے پیش نظر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ قربانی کی تائید میں اگر پہاڑ نظر آئے تو اس سے آنکھیں بند کر لیں، اور اس کے خلاف ایک بال کی ذراسی نوک بھی نظر آئے تو اس کو پہاڑ بنا کر صرف ان مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیں۔ جو بیچارے اصل مآخذ تک نہیں پہنچ سکتے، اور جن کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ ان نمائشی پہاڑوں کی حقیقت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں بحث کا یہ طریقہ اور تحقیق کا یہ معیار ہو وہاں کسی سنجیدہ بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی اگر وہ چاہیں تو ان کی ایک ایک غلطی کا راز فاش کیا جا سکتا ہے، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ اپنی ذہنیت اور اپنے طریق فکر کی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔